القصہ ایک عہد صحابہ کی یادگار

اچھا ہوا کہ آپ بھی ہم سے بچھڑ گئے
ورنہ امید و یاس کا قصہ دراز تھا

تھے لوگ بے حسی کے سمندر میں غوطہ زن
اور اس پہ یہ ستم کہ خدا بے نیاز تھا

تیری زباں کے پھول تھے در ہائے تابدار
تیرے بیاں پہ فنِ خطابت کو ناز تھا

تیرے دل و دماغ تھے قدرت کا معجزہ
سینہ ترا مدینۂ سوز و گداز تھا

ہر مرحلہ میں جبر و تشدد کا سامنا
ہر معرکہ میں فضل خدا کار ساز تھا

جس کا وجود نغمہ طرازِ حجاز تھا
القصہ ایک عہدِ صحابہ کی یادگار

شورش وہ آج عازمِ فردوس ہو گیا
دار و رسن کے خوف سے وہ بے نیاز تھا

اے وائے! داستانِ وفا ختم ہو گئی
صَر صَر کی چوٹ کھا کے صبا ختم ہو گئی

جو کچھ ہوا درست ہوا، خوب تر ہوا!
نوکِ قلم پہ آہ و فغاں آگئی تو کیا؟

برہم رہا ہے نقشۂ عالم اسی طرح
آندھی اُفق سے تابہ اُفق چھا گئی تو کیا؟

نالہ بلب ہیں نغمہ سرایانِ فصلِ گل،
بوئے چمن کو بادِ خزاں کھا گئی تو کیا؟

وہ لوگ جو قفس میں رہے ہیں تمام عمر
اُن کے چمن پہ برقِ ستم ڈھا گئی تو کیا؟

جن کا وجود برقِ جہاں تاب کا جواب
اک مرگِ ناگہاں انہیں تڑپا گئی تو کیا؟

کوثر پہ آملیں گے حریفانِ بادہ نوش
اے مرگ شکریہ ترا تو آگئی تو کیا؟

"لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے"

دل انقلاب حال سے نالاں ہے دوستو
شیرازۂ حیات پریشاں ہے دوستو

ناسازگار آب و ہوا ہے کہاں چلیں
صَر صَر کی زد میں نظمِ گلستاں ہے دوستو

جو کچھ سلوک ہم سے چمن میں کیا گیا
تاریخ اس پہ ششدر وحیراں ہے دوستو

اپنے لہو سے لالہ و گل کو نکھار دو
یہ بھی علاجِ گردشِ دوراں ہے دوستو

کچھ دوستوں کے غم ہیں تو کچھ ساتھیوں کی یاد
اس پہ مدارِ دیدۂ گریاں ہے دوستو

آخر کہاں چلا گیا سالارِ کارواں؟
کس سے کہیں کہ حشر کا ساماں ہے دوستو

اک زد پڑی ہے زندگیٔ مستعار پر
اور سچ کہوں تو موت کا احساں ہے دوستو

چکمہ دیا اجل نے "غریب الدیار" کو
لوٹا ہے فصل گل میں خزاں نے بہار کو

شورش کاشمیریؒ